38

تحریکِ جدید کوئی معمولی ادارہ نہیں بلکہ اسلام کے اِحیاء کی ایک زبردست کوشش ہے

جماعت کے نوجوانوں کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے پہلوں سے زیادہ قربانی کرنی چاہیے

(فرمودہ 17 دسمبر 1954ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''گزشتہ ہفتہ مجھے دردِگردہ کی تکلیف رہی ہے جس کی وجہ سے میں نماز کے لیے مسجد میں نہیں آ سکا۔ اب بھی میں بڑی مشکل کے ساتھ یہاں آیا ہوں اور اَب کھڑا ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم میں کھڑا ہونے کی طاقت نہیں۔ پہلے تو یہی خیال تھا کہ یہ تکلیف دردِگردہ کی ہے لیکن بعد میں ڈاکٹروں نے رائے دی ہے کہ یہ دردِگردہ نہیں بلکہ ''لمبے گو'' (Lumbago) کی تکلیف ہے جسے پنجابی میں ''چُک پڑنا'' کہتے ہیں۔ اِس کی وجہ سے کمر سیدھی نہیں ہوسکتی اور کھڑا ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال دردِگُردہ کے خیال سے جو بوجھ طبیعت پر تھا وہ کسی قدر کم ہو گیا ہے۔ لیکن ڈر ہے کہ یہ تکلیف زیادہ لمبی نہ ہو جائے۔ بعض اوقات یہ تکلیف مہینوں چلی جاتی ہے۔ چونکہ اب جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے اس لیے میں کہہ نہیں سکتا کہ اس کی وجہ

سے میں جلسہ کے کاموں میں پوری طرح حصہ لے سکوں گا یا نہیں۔

پچھلے جمعہ میں نے ربوہ کی جماعت کو جلسہ سالانہ کے لیے اپنے مکانات وقف کرنے اور خدمات پیش کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس کے بعد مجھے شکایت پہنچی ہے کہ ابھی تک مکانات کا انتظام نہیں ہو سکا۔ اس دفعہ جلسہ سالانہ کے منتظمین میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے اور میرا تجربہ ہے کہ چاہے تبدیلی اچھی ہی ہو مگر ایک سال اس تبدیلی کی وجہ سے کام میں کچھ نقائص رہتے ہیں۔ پرانے لوگ جو کام کے واقف ہوتے ہیں گو وہ ہوشیار نہ بھی ہوں تب بھی وہ تجربہ کی بناء پر بعض کام کر لیتے ہیں۔ نئے آدمی کے ذہن میں وہ باتیں نہیں آ سکتیں۔ اس لیے ضرورت اِس بات کی تھی کہ انتظامات زیادہ کیے جاتے کیونکہ وقت پر کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن جو شکایت مجھے آئی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تحریکِ جدید اور صدر انجمن احمدیہ نے بھی اپنے مکانات خالی کر کے نہیں دیئے۔ حالانکہ خود صدرانجمن احمدیہ اِس جلسہ کی ذمہ دار ہے۔ اگر ادارے ہی اپنے مکانات خالی کر کے نہ دیں یا انہیں کسی معیّن تاریخ تک خالی کرنے کا وعدہ نہ کریں تو باقی لوگ تو اَور بھی سُست ہو جائیں گے۔ پس میں اداروں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ محض ایک افسر مقرر کر دینے سے کام نہیں ہوتا۔ جب تک اُس افسر سے تعاون نہ کیا جائے وہ اپنے مفوضہ فرائض کو کس طرح پورا کر سکتا ہے۔

اس کے بعد میں جماعت کو تحریکِ جدید کے وعدوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ تحریکِ جدید کے وعدوں میں اِس سال کچھ سُستی نظر آ رہی ہے۔ تحریکِ جدید والوں نے جو رپورٹ میرے پاس بھیجی ہے اُس کے لحاظ سے تحریکِ جدید کے وعدوں میں گزشتہ سال کی نسبت اکیس ہزار کی کمی ہے۔ حالانکہ اِس سے قبل وعدوں میں ہر سال کچھ نہ کچھ زیادتی ہوتی تھی۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ وعدے اب کمی کی طرف جا رہے ہیں۔ وعدوں میں یہ کمی زیادہ تر سُستی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ شاید بعض جماعتوں کو یہ عادت پڑ گئی ہے کہ وہ اپنے وعدوں کی فہرستیں جلسہ سالانہ کے موقع پر ساتھ لاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ اِس وقت وعدوں میں کمی کی جو شکایت ہے وہ اِس عادت کی بناء پر ہو کیونکہ اِس وقت تک جو وعدے میرے پاس

پہنچے ہیں اُن میں گزشتہ سال کی نسبت کمی نہیں بلکہ زیادتی کی گئی ہے۔ سوائے ایک جماعت کے کہ اُس کے نئے وعدے گزشتہ سال کے وعدوں کی نسبت کم ہیں۔ یا تو اُس کے کچھ افراد ابھی ایسے ہیں جن سے وعدے نہیں لیے گئے یا اُس کے کچھ افراد وہاں سے تبدیل ہو گئے ہیں۔ اِس کے سوا جو وعدے میرے پاس آئے ہیں اُن میں گزشتہ سال کی نسبت زیادتی کی گئی ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ وعدوں میں کمی اِس لحاظ سے نہیں کہ وعدہ کرنے والوں نے گزشتہ سال کی نسبت کم وعدے کیے ہیں بلکہ یہ کمی اس وجہ سے ہے کہ وعدے لینے میں سُستی کی گئی ہے۔ مثلاً جماعت احمدیہ کراچی ہے اُن کی طرف سے متواتر اِس مضمون کی تاریں آتی رہی ہیں کہ وہ اگلے سال کے وعدے بطور پیشگی وصول کر رہے ہیں لیکن ابھی تک اُن کے اِس سال کے وعدوں کی فہرست مرکز میں نہیں آئی۔ 2 دسمبر کو اُن کی طرف سے تار آئی تھی کہ ہم وعدوں کی فہرست بہت جلد بھجوا رہے ہیں لیکن آج 17 تاریخ ہو چکی ہے اور ان کی طرف سے وہ فہرست ابھی تک وصول نہیں ہوئی۔ یا تو وہ رستہ میں ضائع ہو گئی ہے یا انہوں نے تار تو دے دی لیکن بعد میں یہ سمجھا کہ چلو فہرست کو اَور مکمل کر لیں۔ اس طرح انہوں نے فہرست بھجوانے میں سُستی کر دی۔ بہرحال یہ وقت آئندہ سال کے وعدے بطور پیشگی وصول کرنے کا نہیں بلکہ وعدے لینے کا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی جماعت وعدے وصول نہ کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو پیشگی دینے کی توفیق دی ہے اور وہ خوشی سے دیتا ہے تو دے اور کارکن ضمنی طور پر ایسا کرنے کی تحریک کرتے رہیں لیکن اُن کی زیادہ تر توجہ وعدے لینے کی طرف ہونی چاہیے۔ جماعت جس کام میں لگی ہوئی ہو خداتعالیٰ کے فرشتے بھی اُس کام میں مدد دیتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اُس کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ جب امام کی طرف سے وعدے لینے کا اعلان ہوا ہو تو خداتعالیٰ کے فرشتے بھی دوسرے کاموں کی نسبت اُسی کام میں زیادہ مدد کرتے ہیں۔ پس چاہیے کہ گزشتہ سال کے وعدے وصول کرنے اور آئندہ سال کے لیے وعدے لینے پر زور دیا جائے۔

میں نے اندازہ لگایا ہے کہ گزشتہ سال کے وعدوں میں سے ابھی تک ایک لاکھ ستّر ہزار روپیہ کی وصولی باقی ہے۔ اگر یہ وعدے وقت پر وصول ہو جاتے تو اِس وقت

کام کرنے والوں کو جو تشویش ہے وہ دور ہو جاتی۔ جہاں تک وعدوں کا سوال تھا گزشتہ سال کے وعدے پورے سال کے بوجھ کو اُٹھا سکتے تھے جو روز بروز بڑھ رہا ہے اور موجودہ تشویش باقی نہیں رہتی تھی۔ اب بھی دوستوں کو چاہیے کہ جو لوگ ابھی تک تحریکِ جدید میں شامل نہیں ہوئے انہیں زیادہ سے زیادہ شامل کیا جائے اور اُن سے وعدے لے کر مرکز میں بھجوائیں۔ پھر ان کی وصولی پر زور دیں۔ یہ نہ ہو کہ سال ختم ہونے پر ہم کچھ مالی بوجھ اپنے ساتھ لے جائیں۔ تین چار سال سے یہی ہو رہا ہے کہ سال ختم ہونے پر کچھ نہ کچھ مالی بوجھ ساتھ جاتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے اخراجات کم تھے اب چونکہ ہمارے مشن بہت زیادہ وسیع ہو گئے ہیں اس لیے اخراجات پہلے کی نسبت زیادہ ہیں اور ہمارا بجٹ ہر سال تیس چالیس ہزار روپے کے خسارہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ خسارہ وعدوں میں کمی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ وعدوں کی عدمِ وصولی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر دوست بقائے وصول کرنے کی کوشش کریں تو نہ صرف سالانہ بجٹ میں خسارہ نہ دکھایا جائے بلکہ ہر سال کچھ نہ کچھ رقم پس انداز ہوتی جائے۔

جیسا کہ میں نے پچھلے خطبات میں بتایا تھا ہمارے نوجوانوں میں زیادہ کمزوری پائی جاتی ہے۔اور دفتر دوم کے وعدوں کی وصولی کی رفتار بہت کم ہے۔ میں نے آج اندازہ لگایا ہے کہ سال ختم ہو چکا ہے لیکن ابھی تک پچاس فیصدی وعدے وصول نہیں ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے دورِاول میں یہ ہوتا تھا کہ اگر وعدے ایک لاکھ کے ہوئے ہیں تو سال کے اختتام سے پہلے ایک لاکھ سے زائد رقم وصول ہو جاتی تھی۔ پس نوجوانوں میں ہمت اور اخلاص پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کی طرف مجلس خدام الاحمدیہ کو توجہ دلائی تھی۔ اِس کا قیام اِس بات کا موجب ہونا چاہیے کہ نوجوانوں میں اخلاص اور جوش زیادہ ہو۔ قومیں اگر ترقی کرتی ہیں تو انہی آئندہ نسلوں کے ذریعہ کرتی ہیں۔ اگر ایک نسل اپنا بوجھ اُٹھا لیتی ہے تو وہ کام ایک حد تک ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کام وقتی ہوتا ہے تو کوئی تشویش کی بات نہیں ہوتی کیونکہ انہوں نے اپنا بوجھ اُٹھا لیا ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ کام وقتی نہیں ہوتا بلکہ اُس نے قیامت تک جانا ہوتا ہے تو بہرحال وہ کام اگلی نسلوں کے ذریعہ پورا ہو گا۔ دنیا بھر کو اسلام سے روشناس کرانا معمولی امر نہیں۔ تیرہ سَو سال میں مسلمانوں نے اِس قدر کامیابی حاصل کی ہے

کہ اِس وقت اُن کی آبادی دنیا کی آبادی کا ایک چوتھائی ہے۔ بلکہ اب تو اسلام کو دنیا میں آئے قریباً چودہ سَوسال ہو چکے ہیں اور اِن چودہ سَوسالوں میں ابھی دنیا کی آبادی کا 1/4 حصہ مسلمان ہوا ہے 3/4 حصہ ابھی باقی ہے۔ حالات کی تبدیلی اور مسلمانوں کی غفلت اور سُستی کی وجہ سے خداتعالیٰ نے ایک نیا سلسلہ قائم کیا ہے تا پُرانے فرقوں سے جو سُستی اور غفلت ہوئی ہے اُس کا ازالہ ہو جائے اور ان کی جگہ ایک نیا فرقہ لے لے جو اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کی طرف پہلے فرقوں سے زیادہ توجہ دے، تا پہلی سُستی اور غفلت کا ازالہ ہو اور دنیا کی آبادی کا بقیہ 3/4 حصہ بھی اسلام کے نور سے حصہ پائے۔ اور یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے لیے جتنی قربانی بھی کی جائے کم ہے۔ خصوصاً ہماری موجودہ تعداد کے لحاظ سے تو یہ کام بہت زیادہ ہے۔ ابھی تک دنیا میں ایک ارب اسّی کروڑ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو یا تو اسلام سے متنفر ہیں یا اس کے دشمن ہیں۔ کم از کم ان میں سے ایک حصہ ایسا ہے کہ جن تک ابھی تک اسلام کے متعلق کوئی بات نہیں پہنچی۔ اب اس ایک ارب اسّی کروڑ کو اسلام میں لانے کے لیے چار لاکھ کی جماعت کیا کرسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ بوجھ ہماری جماعت نہیں اُٹھا سکتی۔ لیکن اگر اِس بات کو دیکھا جائے کہ کام آہستہ آہستہ ہوتے ہیں اور خداتعالیٰ کے کام بھی تدریج چاہتے ہیں تو ہم اپنے اس کام کو اِس قدر ممتد کرلیں گے کہ یہ دوصدیوں، تین صدیوں یا چار صدیوں میں مکمل ہو جائے۔ اور اگر ہم نے لازمی طور پر اِس کام کو ممتد کرنا ہے اور اسے ہماری موجودہ نسل نے پورا نہیں کرنا تو لازمی طور پر اسے ہماری آئندہ نسلوں نے کرنا ہے۔ اور اگر نوجوانوں میں اخلاص، قربانی اور ایثار کم ہو تو ہماری یہ امید بھی موہوم ہو جاتی ہے۔ میں ''موہوم'' کا لفظ بولنے سے ڈرتا ہوں کیونکہ یہ خداتعالیٰ کا کام ہے اور اِس نے بہرحال ہونا ہے لیکن چونکہ اُس نے یہ کام ہمارے سپرد کیا ہے اس لیے ہمیں سوچنا پڑے گا کہ یہ کام ہم سے ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اور چونکہ ہماری امیدیں موہوم ہیں اور بظاہر اِس میں کامیاب ہونا مشکل نظر آتا ہے اس لیے ہمارے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ ہم کہیں کہ اگر ہماری آئندہ نسلیں چُست ہوں تو کام کی رفتار میں تیزی پیدا ہوسکتی ہے۔ پس جماعت کے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو

سمجھتے ہوئے اپنے باپ دادوں سے زیادہ قربانی کریں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ان کے وعدے اپنے باپ دادوں سے کم ہوں اور وصولی ان سے بھی کم ہو۔

میں نے اپنے ایک خطبہ میں یہ تحریک کی تھی کہ کوشش کی جائے کہ ہمارے وعدے دولاکھ سے چار لاکھ ہو جائیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ دوست وصولی کا بھی خیال رکھیں۔ ابھی تک نئے دَور کے وعدے بہت کم ہیں حالانکہ نوجوانوں کی تعداد پہلے لوگوں سے بہت زیادہ ہو چکی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تحریکِ جدید کو عام نہیں کیا گیا۔ میں نے جماعت کے سامنے ایسی تجاویز رکھی تھیں کہ غریب سے غریب لوگ بھی اس میں شامل ہو سکتے تھے۔ مثلاً میں نے بتایا تھا کہ اگر ایک شخص پانچ روپیہ دے کر تحریکِ جدید میں حصہ نہیں لے سکتا تو تین چار آدمی مل کر اس میں حصہ لے لیں۔ میرا تجربہ ہے کہ پہلے پہلے لوگ بہت کم حصہ لیتے ہیں لیکن بعد میں جا کر اُن کا اخلاص قابلِ رشک ہو جاتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص نیکی کی طرف قدم اُٹھاتا ہے تو خداتعالیٰ کے فرشتے اُس کی مدد کرتے ہیں۔ میں نے کئی لوگ ایسے دیکھے ہیں کہ ابتدا میں اُنہیں ایک دھیلا چندہ دینا بھی بوجھ نظر آیا۔لیکن بعد میں انہوں نے اتنی بھاری رقوم چندہ میں دیں کہ رشک پیدا ہوتا تھا کہ انہوں نے کس کس طرح اپنے پیٹ کاٹ کر چندے دیئے ہیں۔ پس اصل چیز یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہ رہے جس نے تحریکِ جدید میں حصہ نہ لیا ہو۔ اگر ہماری نئی نسل میں کوئی عورت یا کوئی مرد ایسا نہ رہے جس نے تحریکِ جدید میں حصہ نہ لیا ہو تو ہمیں بہت بڑی کامیابی ہوسکتی ہے۔ ہم نے یہ شرط رکھی ہے کہ تحریکِ جدید میں حصہ لینے والا کم از کم پانچ روپیہ چندہ دے لیکن اگر کوئی ایک شخص پانچ روپیہ نہیں دے سکتا تو ایک خاندان پانچ روپیہ دے دے۔ ایک خاندان پانچ روپیہ نہیں دے سکتا تو دو خاندان پانچ روپیہ دے دیں، دو خاندان نہیں دے سکتے تو تین خاندان دے دیں، اگر جماعت کے سارے کے سارے افراد اس میں شامل ہو جائیں تو ہماری جماعت اِتنی ہے کہ تحریکِ جدید کے وعدے موجودہ تعداد سے بہت زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اگر پاکستان کی جماعت اڑھائی لاکھ کی بھی فرض کر لی جائے اور ہر ایک خاندان چار چار افراد پر مشتمل سمجھ لیا جائے تو باسٹھ ہزار کے قریب خاندان بن جاتے ہیں اور چونکہ بعض لوگ کم چندہ دیتے ہیں

اور بعض زیادہ۔ اس لیے اگر ہم فرض کر لیں کہ ہر ایک خاندان دس روپیہ چندہ دے تو چھ لاکھ سے زائد روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر شخص تحریکِ جدید میں حصہ لے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ جو آج پانچ روپیہ دیں گے وہ پانچ روپیہ پر ہی نہیں ٹھہرے رہیں گے بلکہ ان میں سے بعض ایک وقت میں چالیس پچاس روپیہ تک پہنچ جائیں گے۔ پس میں پھر تحریک کرتا ہوں کہ جماعت وعدوں کو عام کرے اور پھر یہ بھی تحریک کرے کہ ہر سال وعدوں میں زیادتی کی جائے کمی نہ کی جائے۔

اِس وقت ایک بہت بڑا طوفان آیا ہوا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانیت پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔ اگر تمہارے سامنے وہ کتابیں رکھی جائیں یا تمہیں پڑھ کر سنائی جائیں جو یورپ اور امریکہ میں اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک سنگدل سے سنگدل مسلمان کی بھی چیخیں نکل جائیں۔ تم جس کی تعریف میں قصائد پڑھتے ہو، جس پر تم دن میں کئی بار درود بھیجتے ہو اُس کو نہایت حقیر رنگ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اُسے اِس قسم کی گالیاں دی جاتی ہیں کہ دنیا کے کسی ذلیل سے ذلیل انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی جاسکتیں۔ تم ایک معمولی آدمی کو گالیاں دیتے دیکھ کر غصہ میں آجاتے ہو لیکن تم یہ خیال نہیں کرتے کہ اس شخص کے متعلق جسے تم اپنا ہادی، راہنما، آقا اور خدا کا فرستادہ سمجھتے ہو لوگوں کو اتنی غلط فہمیاں ہیں کہ حد ہی نہیں۔ آخر سب لوگ پاگل تو نہیں ہو گئے کہ وہ خوانخواہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان میں سے بھی اکثر میں حیا اور شرافت پائی جاتی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصل حالات اور سوانح سے ناواقف ہیں۔ سینکڑوں سال مسلمان غافل رہے اور دشمن آپؐ کی شکل کو لوگوں کے سامنے نہایت بھیانک صورت میں پیش کرتا رہا اور اب ان کے دلوں میں یہ بات جاگزیں ہو گئی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانیت کے شدید دشمن ہیں۔

میں جب انگلستان گیا تو مجھے ایک ڈاکٹر کے متعلق بتایا گیا کہ وہ دہریہ ہے اور مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اُسے ملاقات کا موقع دے دیا۔ اس نے دوچار باتیں کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر نہایت گندے الفاظ میں کیا۔ چونکہ میں نے

اس سے بات کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا اِس لیے میں اُسے برداشت کر گیا۔ لیکن دوچار فقروں کے بعد اُس نے دوبارہ آپؐ کی ذات پر حملہ کیا۔ میں نے اُسے توجہ دلائی کہ تم نے یہ کہہ کر ملاقات کا وقت لیا تھا کہ تمہارا مذہب سے کوئی تعلق نہیں تم صرف عقلی گفتگو کرنا چاہتے ہو لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ تم بِلاوجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کرتے ہو۔ یہ بات ٹھیک نہیں۔ اُس شخص نے میری اِس بات کا جواب نہ دیا لیکن دوچار باتوں کے بعد اس نے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کیا۔ میں یہ جانتا تھا کہ اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کوئی نفرت نہیں لیکن آپؐ کے جو حالات اس نے پڑھے ہیں اُن سے اُس نے سمجھ لیا ہے کہ آپؐ انسانیت کو گرانے والے ہیں۔ اس کے رویہ کو دیکھ کر مجھے بھی غصہ آ گیا اور میں نے جوابی طور پر مسیح ناصری پر حملہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میں مسیح کے متعلق یہ باتیں نہیں سن سکتا۔ میں نے کہا تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہارا عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں لیکن پھر بھی تم مسیح کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتے۔ تو کیا میں ہی اتنا بے غیرت ہوں کہ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملے کرتے جاؤ اور میں خاموش رہوں؟ میں نے دو دفعہ تمہیں توجہ دلائی کہ تم مذہب کی ضرورت کے متعلق بات کرو۔ بار بار بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملے نہ کرو۔ لیکن چونکہ تم حملہ کرنے سے باز نہیں آئے اس لیے میں نے سمجھ لیا کہ عیسائی مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد تم سمجھتے ہو کہ مسیح انسانیت کے ہمدرد تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نَعُوْذُ بِاللّٰہِ انسانیت کے بڑے دشمن ہیں۔ وہ کہنے لگا کچھ ہو میں مسیح کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا۔ میں نے کہا اگر تم دہریہ ہو کر مسیح علیہ السلام کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتے تو میں مسلمان ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف باتیں کیوں سنوں؟ اگر تم نے دوبارہ میرے آقا کی شان میں کوئی نازیبا لفظ استعمال کیا تو میں بڑی سختی سے تمہارے مسیح پر حملہ کروں گا۔ اِس پر اُس نے بات ختم کر دی اور چلا گیا۔

اِس واقعہ سے تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ لوگ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دشمنی سے بھرے ہوئے ہیں جنہیں عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ دہریہ ہیں اور مذہب سے

کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ وہ محض اِس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن ہیں کہ بچپن سے اُن کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ دنیا اور انسانیت کے بدترین دشمن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس بُغض کو نکالنا آسان بات نہیں۔ اِس کے لیے بہت بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ جو یورپین لوگ مسلمان بھی ہو جاتے ہیں اُن کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنے میں کافی عرصہ لگ جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، مسیح علیہ السلام سے افضل ہیں اور آپؐ کو خداتعالیٰ نے جو شان عطا فرمائی ہے وہ مسیح علیہ السلام کو عطا نہیں فرمائی۔ پتھر کی لکیر کا بدلنا آسان ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دشمنی کو اُن کے ذہنوں سے نکالنا بہت مشکل ہے۔ اس کے لیے جتنی قربانی بھی کی جائے کم ہے۔ پس تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور اپنی قربانی کو اس کے مطابق بناؤ۔ تا تمہارے کاموں میں برکت ہو۔

جو مدعا اور مقصد تم نے اپنے سامنے رکھا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ کسی ملک میں مبلغ بھیج دیا تو کام ہو گیا لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کے پاس تبلیغ کے لیے کتنا وقت ہے۔ اتنے وسیع ملک میں وہ اکیلا کیا کر سکتا ہے۔ مثلاً امریکہ کی آبادی سولہ کروڑ کی ہے اور وہاں ہمارے صرف چار مبلغ ہیں۔ اب چار کروڑ میں ایک مبلغ کیا کر سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گاؤں میں کوئی دیہاتی مبلغ بھیجا جاتا ہے اور پھر اُسے کسی اور گاؤں میں بھیجا جاتا ہے تو گاؤں والے شور مچا دیتے ہیں کہ ہمیں مبلغ کی ضرورت تھی اسے واپس کیوں بلایا گیا ہے۔ حالانکہ اُس گاؤں کی آبادی چار پانچ سَو ہوتی ہے۔ پھر تم چار کروڑ میں ایک مبلغ بھیج کر کیسے خوش ہو جاتے ہو۔ چار کروڑ میں ایک مبلغ تب ہی کوئی مفید کام کر سکتا ہے جب وہ ایک سے دو ہو جائیں، دو سے چار ہو جائیں، چار سے آٹھ ہو جائیں، آٹھ سے سولہ ہو جائیں، سولہ سے بتیس ہو جائیں، بتیس سے چونسٹھ ہو جائیں اور چونسٹھ سے سَو ہو جائیں اور سَو سے دوسَو ہو جائیں۔ تب تو ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ اس ملک میں کوئی حرکت پیدا ہو گی اور چاہے نتیجہ زیادہ شاندار نہ ہو لیکن لوگ یہ تو سمجھیں گے کہ جماعت اشاعت اور ترقی ٔاسلام کے لیے قربانی کر رہی ہے۔ لیکن اصل کام ہم تبھی کر سکتے ہیں جب ہمارے پاس کافی تعداد میں لٹریچر ہو۔

ہمارے ایک مبلغ کے پاس سینکڑوں کتابیں ہوں تا لوگ وہ کتابیں اپنے گھروں میں لے جا کر پڑھ سکیں۔ کوئی انسان چاہے کتنا ہی مصروف ہو گھر میں اُسے کچھ نہ کچھ فارغ وقت مل سکتا ہے۔ لیکن ایسی فراغت کی گھڑیاں بہت کم ملتی ہیں کہ وہ کسی مبلغ کے پاس جا کر گھنٹہ دو گھنٹے تک اُس کی باتیں سن سکے۔ پس ہمارے مبلغ تبھی کامیاب ہو سکتے ہیں جب ہم انہیں کافی تعداد میں لٹریچر دیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لٹریچر کے مطالعہ سے بعض نئے شبہات پیدا ہو سکتے ہیں جن کا ازالہ ضروری ہوتا ہے۔ اس کے لیے مبلغ کی موجودگی ضروری ہوتی ہے جو زبانی مل کر ان اعتراضات کے جوابات دے۔ اگر کوئی قوم صرف لٹریچر پر ہی اپنی بنیاد رکھ لیتی ہے تو یہ اس کی بہت بڑی غلطی ہوتی ہے۔ مشنری کا ہر ملک میں ہونا ضروری ہے لیکن جب تک لٹریچر نہ ہو وہ مشنری اپنا کام وسیع نہیں کر سکتا۔ وہ دس بیس آدمی اپنے گرد اکٹھے کر لے گا لیکن کروڑوں کی اصلاح اُس سے نہیں ہو سکے گی۔ کروڑوں کی اصلاح اِسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ لٹریچر بڑی تعداد میں شائع کیا جائے اور اسے ملکوں میں پھیلایا جائے۔ اور پھر ہر ملک میں مشنری موجود ہوں جو ان لوگوں کے شبہات کا ازالہ کریں اور اسلام کے مسائل انہیں سمجھائیں۔ امریکہ کی آبادی سولہ کروڑ کی ہے۔ فرض کرو وہاں ایک لاکھ شہر اور قصبات ہیں تو اب اگر ہر شہر اور قصبے میں ہمارا ایک آدمی ہو، تب تو کوئی حرکت پیدا ہوسکتی ہے۔ اگرچہ مبلغین کی یہ تعداد بھی کافی نہیں۔ لیکن اگر دو دو ہزار میل پر مبلغ بیٹھا ہو اور اُس کے پاس لٹریچر بھی نہ ہو تو لوگوں کی توجہ اُس کی طرف کیسے ہوسکتی ہے۔ ہم تو ابھی تک ابتدائی کام بھی نہیں کر سکے۔ لیکن اصل کام یہ ہے کہ ہم لٹریچر کو تمام دنیا میں پھیلا دیں تا کہ مخالفین کے حملوں کا جواب دیا جاسکے۔

لٹریچر کا اِس قدر اثر ہوتا ہے کہ ہمارے ایک مبلغ ابھی سوئٹزرلینڈ سے آئے ہیں۔ وہ مجھے ملنے کے لیے آئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ اُن کی کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟ انہوں نے کہا آدمی تو بہت تھوڑے ہماری جماعت میں داخل ہوئے ہیں یعنی ابھی تک صرف دس بارہ آدمی اسلام میں داخل ہوئے ہیں مگر ہم اصل کام اِس کو نہیں سمجھتے بلکہ اصل کام ہم اس کو سمجھتے ہیں کہ پہلے یورپین لٹریچر میں خلافِ اسلام باتیں شائع ہو جاتی تھیں تو اُن کا کوئی جواب

دینے والا نہیں ہوتا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ ہم اُن باتوں کی اصلاح کرنے لگے لیکن کوئی اخبار ہمارا مضمون شائع نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس اخبار تک یہ خبر ضرور پہنچ جاتی تھی کہ اس ملک میں اسلام کے حق میں لکھنے والے بھی موجود ہیں۔ لیکن اب اِس حد تک کامیابی ہو چکی ہے کہ اخبارات ہمارے جوابات بھی شائع کر دیتے ہیں اور یہ اخبار لاکھوں کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ اِسی طرح ہماری آواز لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ بلکہ اب اخبارات اسلام سے تعلق رکھنے والے مضامین اشاعت سے پہلے ہمارے پاس بھیج دیتے ہیں کہ آپ اگر کوئی رائے دینا چاہیں تو دے دیں۔ غرض دس بارہ آدمیوں کا مسلمان ہوجانا تو کوئی بڑی کامیابی نہیں اصل کامیابی یہ ہے کہ ملک کے رہنے والوں کو یہ پتا لگ گیا ہے کہ اگر یہاں اسلام کے مخالف موجود ہیں تو اس کے مؤید بھی، چاہے وہ کتنی ہی کم تعداد میں ہیں موجود ہیں۔ لیکن اگر لٹریچر پھیل جائے تو اس سے بھی زیادہ اثر ہو۔

پس تحریکِ جدید کوئی معمولی ادارہ نہیں بلکہ اسلام کے اِحیاء کی کوششوں میں سے ایک زبردست کوشش ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور یہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جب تک قرآن کریم موجود ہے اُس وقت تک اسلام بھی باقی رہے گا کیونکہ قرآن اسلام ہے اور اسلام قرآن ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ چیز جو ظاہر میں موجود ہے لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا ہو جائے۔ دلوں میں جو تعلیم موجود ہو وہ بہت زیادہ اثر کرنے والی ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ [1] کہ جب کفار قرآن کریم کی تعلیم کو دیکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ یہ تعلیم اُن کے ہاں بھی ہوتی۔ اور وہ خواہش کرتے ہیں کہ کاش! وہ بھی مسلمان ہوتے اور یہ خیالات اُن کے بھی ہوتے۔ گویا قرآن کریم کے دوست کفار میں بھی تھے اور وہ دوست اُن کے دماغ تھے۔ وہ قومی تنافر اور بُغض کی وجہ سے مسلمانوں سے لڑتے تو تھے لیکن ان کے دماغ کہتے تھے کہ بات وہی سچی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہتے ہیں۔ پس قرآن کریم ظاہر میں تو اَب بھی زندہ موجود ہے لیکن جو قرآن لوگوں کے دماغ میں تھا وہ اب موجود نہیں۔ اب دماغوں میں غلط خیالات بس گئے ہیں۔ اگر ہم لٹریچر زیادہ تعداد میں شائع کریں تو چاہے اسلام آہستہ آہستہ پھیلے لیکن اس کا

یہ نتیجہ ضرور نکلے گا کہ چاہے ملک میں سولہ کروڑ دشمن موجود ہوں لیکن جب بھی ہمارا مبلغ آواز اُٹھائے گا تو بوجہ اِس کے کہ لٹریچر کے ذریعہ اُن کے اعتراضات اور شبہات دور ہو چکے ہوں گے وہ یہ کہیں گے کہ بات وہی ٹھیک ہے جو مسلمان کہتے ہیں۔ پس جو چیز ظاہر میں ناممکن ہے قانونِ قدرت کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ممکن ہے۔ کیونکہ اس کے ذرائع موجود ہیں۔ ہم نے ان ذرائع کو استعمال کرنا ہے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں غفلت سے کام لیتے ہیں تو یہ غفلت ہمارے ذمہ لگے گی، خداتعالیٰ کے ذمہ نہیں لگے گی کیونکہ خداتعالیٰ نے اس کے سامان پیدا کر دیئے ہیں لیکن ہم اپنی سُستی اور غفلت کی وجہ سے انہیں استعمال نہیں کرتے''۔

(الفضل 22دسمبر1954ء)

---

1 : الحجر:3